

دیکھو عاشر میں صاف لفظوں میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ میری بیٹی کو ایجوکیشن میں پڑھے گی، مجھے میری بیٹی کو با اعتماد بنانا ہے، تمہارے بھائی کی بیٹی جیسی ”دبو“ نہیں بنانا کہ کسی لڑکے کو سامنے دیکھ کر یوں ظاہر کرتی ہے جیسے کہی ”خلای مخلوق“ کو دیکھ لیا ہو۔

کہیں دنوں سے اس بحث کی وجہ سے گھر کی فضا میں عجیب ناگواری سی پھیل گئی تھی۔ عاشر اور عامر دونوں بھائی تھے۔ عامر بڑا تھا اور عاشر چھوٹا، دونوں میں بہت گہری محبت تھی، کاروبار بھی مشترک تھا۔ اماں جی نے بن باپ کے بچوں کی تربیت اس قدر محنت سے کی تھی کہ دونوں بھائی خوبوں کا پیکر بن گئے تھے۔ اخلاق ایسے تھے کہ ہر کوئی پہلی ملاقات میں ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا ہر پل سب کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے تھے اور اماں جی سے تو اتنی محبت کرتے تھے کہ کبھی کبھی اتنی محبت پا کر ان کی آنکھیں بھر آتی تھیں۔ وہ دن رات

”ردا آہستہ بولو اگر بھابھی نے سن لیا تو انہیں کتنی تکلیف ہوگی تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں۔ اس میں بُرا لگانے والی کیا بات ہے اگر اپنی بیٹی کو ایسا بنایا ہے تو اب اس حقیقت کو تسلیم بھی کریں۔ تم سے تو بحث کرنا ہی بیکار ہے۔ عاشر دوسری طرف کروٹ کر کے سو گیا۔

ردا عاشر سے کہیں دنوں سے اپنی بیٹی جبا کے اسکول کے داخلے کو لے کر جھگڑا کر رہی تھی۔ ردا کی خواہش تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو ایجوکیشن میں تعلیم دلوائے گی جب کہ عاشر کا کہنا تھا کہ آج تک

اپنے بچوں کی سلامتی کی دعائیں مانگا کرتی تھیں۔
عاصر عمر لائق ہوا تو ماں جی نے اپنی بہن کی بیٹی سے
اس کا بیاہ کر دیا، بہو بھی نیک اور عمدہ اوصاف کی
مالک تھی۔ ماں جی بھی بہو کو بیٹی سمجھتی تھیں اور بدلے
میں بہو بھی ان کی سگی ماں جیسی عزت کرتی تھی
وقت تیز ہوا کے جھونکے کی طرح گزر رہا تھا،
دیکھتے دیکھتے ماں جی کے آگن میں بچوں کی
کلاکاریاں گونجنے لگیں۔

خدا نے عاصر کو بیٹی اور بیٹے دونوں نعمتوں سے
نوازا تھا۔ جہاں اور سیف دونوں بہت پیارے اور
فرمانبردار بچے تھے۔

معمول کے مطابق بھابھی بچوں کو اسکول
بجینے کے ساتھ ساتھ ہفتہ بھی بتا رہی تھی ماں جی کی
عادت تھی۔ وہ صبح سویرے عبادت سے فارغ ہو کر
چائے پیتی تھی۔

بھابھی جیسے ہی ماں جی کو چائے دینے گئی۔ ان
کی حالت دیکھ کر بھابھی کی چیخ نکل گئی ماں جی
جائے نماز پر اوندھے منہ پڑی ہوئی تھیں۔

بھابھی کی آواز سن کر دونوں بھائی دوڑتے
ہوئے آئے۔ ماں جی کی ایسی حالت دیکھ کر دونوں
بھائیوں کے بھی اوسان خطا ہو گئے، بے ہوشی کی
حالت میں ماں جی کو ہسپتال لے گئے جہاں
ڈاکٹروں نے ماں جی کا معائنہ کرنے کے بعد ان کی
اس حالت کا سبب ہارٹ ایک بتایا۔

یہ خبر سن کر عاشر اور عاصر کی حالت ناگزیر ہو گئی،
انسان اپنی تکلیف برداشت کر لیتا ہے لیکن اگر جس

ماہنامہ حبیب

سے وہ محبت کرتا ہے اسے چھوٹی سی چوٹ بھی پہنچے تو
اس کی تکلیف نہ نہیں پایا اور یہی حالت اس وقت
ان دونوں بھائیوں کی تھی۔ کہتے ہیں مرد نہایت
منضبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں لیکن اس
لمحے جب ان کی جنت ان کی دسترس سے دور ہو رہی
تھی تو وہ دونوں اپنے آپ کو اس باتوں پر تپتے جیسا
محسوس کر رہے تھے جس کا وجود ہوا کے رحم و کرم پر
ہوتا ہے، اور وہ اسے جہاں چاہتی ہے لے جاتی
ہے۔ ماں جی کو ”آئی سی یو“ میں رکھا گیا تھا وہ دونوں
بھائی ایک پل کے لئے بھی اپنی ماں جی کو اکیلا نہیں
چھوڑ رہے تھے، ہر پل خدا سے اپنی ماں جی کی
صحت یابی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

کیونکہ ماں جی ہمیشہ کتنی تھیں مشکل میں اسکو
پکارا کیونکہ ہر مشکل کا حل اُسی کے پاس ہے اور وہ
اس سے ہی مدد مانگ رہے تھے۔ آخر کار دعائیں
رنگ لائیں، ماں جی کی طبیعت سنبھلی اور انہیں
ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا۔

گھر آتے ہی ماں جی کو عاشر کی شادی کی فکر
لاحق ہو گئی، اٹھتے بیٹھتے بس وہ ایک ہی خواہش کا
اظہار کرتی تھیں۔

”بس مجھے خدا اتنی عمر عطا فرما دے کہ میں
عاشر کے سر پر سہرا سجا دیکھ لوں پھر چاہیے وہ مجھے
اپنے پاس بلا لیں۔“

ماں جی کیسی باتیں کرتیں ہیں آپ ابھی تو آپ
کو اپنے پوتے پوتیوں کی شادیاں بھی دیکھنی ہیں
عاصر کی بات سن کر ماں جی مسکرائے لگیں۔

آوار کا دل تھا بھابی جلدی جلدی صبح کے ناشتے کی تیاری کر رہی تھیں اور ساتھ ہی کپڑے بھی دھو رہی تھیں ردا اپنے کمرے سے ابھی تک برآمد نہیں ہوئی تھی۔

اماں جی نے دیکھا تو کہنے لگی
بہو اکیلے کیوں سب کچھ کر رہی ہوں مرد اکہاں ہے؟

اسی لمحے ردا کمرے سے باہر آئی اور بھابی پر برسنے لگی:

”گالیس لگا لیں میری شکایتیں اماں جی سے“
مجھے دیکھ کر خاموش کیوں ہو گئیں بھابی۔

بھابی کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا
یہ کسی باتیں کر رہی ہو ردا؟ قسم پروردگار کی میں نے اماں جی سے کچھ نہیں کہا۔

جانتی ہوں میں آپ کو کہ آپ کتنی گھنٹی ہیں اور
ایک دن میں کیا دیر سے اٹھی آپ نے تو واویلا کر دیا ہے۔ بھول گئیں کہ میں روز ملی بھیج اٹھتی ہوں اور

آپ کی ناشتہ بنانے میں مدد کرتی ہوں ورنہ بچے تو
آپ کے اسکول جاتے ہیں میرے تھوڑی۔

”ردا تم میرا یقین کرو میں نے اماں جی سے
کچھ بھی نہیں کہا۔“

زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے۔
یہ کیا ہو رہا ہے؟ اماں جی کی رعب دار آواز ردا نے سنی تو خاموش ہو گئی۔

اور ردا یہ کس لہجے میں تم بڑی بہو سے بات کر رہی ہو۔

آخڑ کا راماں جی نے اپنے جاننے والے کی بیٹی سے عاشق کا رشتہ طے کر دیا اور چٹ مگنی اور پٹ بیاہ کو زنج دیتے ہوئے سادگی سے ردا کو اپنی بہو بنا کر اپنے گھر لے آئیں۔

ردا نہایت خوبصورت اور بااخلاق لڑکی تھی کچھ دنوں میں ہی اس نے گھر کے تمام افراد کا دل جیت لیا۔

سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا کہ یکا یک ردا کے برتاؤ میں تبدیلی آنا شروع ہو گئی اور یہ تبدیلی ردا کے والدین کی مالی حالات میں حد سے زیادہ بہتری کی وجہ سے آئی تھی۔ پہلے وہ تین کمرے کے فلیٹ میں رہتے تھے، اچانک پچھلے میں شفٹ ہو گئے۔

رہنے سہنے کے ساتھ ساتھ ان کے خیالات بھی بدلنے لگے۔ حجاب جو انہیں عورتوں کے تحفظ کا ضامن لگتا تھا اب وہ عورتوں کو پابند کرنے کا ذریعہ

لگنے لگا۔ ردا کے بھائیوں نے اپنے بچوں کو اسلامی اسکولوں سے اٹھوا کر مشینری اسکولوں میں بٹھا دیا۔

دین سے دوری اختیار کر کے دنیا کی رنگینیوں میں کھو گئے۔ بھائیوں نے ایک ہی جھگڑے میں علیحدہ پورشن بنا لیے اور ماں باپ کو نوکروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

ردا میں آنے والی تبدیلی کو سب نے محسوس کیا
عاشق نے ایک دوبار پوچھا بھی ”تمہیں کیا ہوا ہے ردا کسی سے سیدھے منہ کیوں بات نہیں کر رہی“

تو ردا نے عاشق کو یہ کہہ کر ٹال دیا: ”آپ کو وہم ہو گیا ہے عاشق ایسی کوئی بات نہیں۔“

147

”ہاں نے میں آپ بھی بھائی کی سائیڈ لے
میں میرا تو یہاں کوئی اپنا ہے ہی نہیں۔
رودا کیا ہو گیا ہے جہیں کیسی کیسی ہنسی ہاتھیں
کر رہی ہو۔“
”چلو اب ہم پاگل بھی ہو گئے۔“
شور مں گرے شر اور عامر بھی کمرؤں سے باہر
آ گئے

”میں لیں عاشر میں جاری ہوا اپنی امی کے
گھر اور میں جب تک نہیں آؤں جب تک آپ اپنا
ذاتی مکان نہیں لے لیتے میں اب ان لوگوں کے
ساتھ نہیں رہ سکتی۔“

عاشر نے یہ باتیں سنی تو اس کا خون خول گیا۔
”اگر وہ تم بھیجتی ہو کہ تمہارے بھائیوں کی
طرح میں اپنی ماں کو چھوڑ دوں گا تو یہ تمہاری بھول ہے
ساری عمر سزا کی رہائی اپنی ماں کی چوکت پر۔“
رودا پہلے ہی اپنے بھائی کو فون کر چکی تھی، ڈراپڈ
رودا کو لینے آ گیا اور دریا بیک بھر کر اپنی ماں کے گھر
چلی گئی

رودا کے چلے جانے سے یوں تو بظاہر سب پہلے
جیسا تھا لیکن گھر میں ادا سی چھائی تھی جس گھر میں
پہلے قحطے گونجا کرتے تھے، اب وہاں خاموشی کا راج
تھا۔ عاشر اپنے کمرے میں جاتا تو اسے رودا کی یاد
ساتی، بظاہر وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا لیکن ماں اپنے
بچے کے چہرے سے اس کے دل کی کیفیت جان
لیتی ہے، اسی لیے ماں جی نے عاشر سے بات چیت
بند کر دی۔

دکان سے واپسی پر عاشر گھر آیا تو اس کی کو
سلاہم کیا۔
اماں السلام ہو علیکم تسبیح طہیت ہے آپ کی؟
رودا کے جانے کے بعد اماں جی کی طبیعت پھر
سے ٹاسا زربے لگی تھی۔

اماں جی نے عاشر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا
اور اس کی بات کو ان ہی کر دیا۔

”اماں جی آپ مجھ سے صبح سے کیوں بات نہیں
کر رہیں؟ اماں پلینز مجھے میری غلطی تو بتائیں کہ ایسا
میں نے کیا کیا ہے جس کی آپ مجھے سزا دے رہی
ہیں؟ عاشر کی آواز بجھنے لگی۔“

”بیٹا تم چاہتے ہو کہ میری طبیعت صحیح رہے
میں خوش اور مطمئن رہوں۔“ جی اماں آپ کی خوشی
میرے لئے سب سے زیادہ مقدم ہے تو چنانچہ میری
بات ماں اور دادا کو لے آؤ۔

لیکن اماں آپ جانتی ہیں نہ اس نے گھر آنے
کی کیا شرط رکھی ہے۔

تو بیٹا ماں لو اس کا مطالبہ اس کا مطالبہ کوئی
تا جائز نہیں ہے ہر عورت چاہتی ہے کہ اس کا الگ گھر
ہو جس میں اس کی حکومت ہو اور شوہر کا یہ حق ہے کہ
وہ اپنی شریک حیات کی اس خواہش کو پورا کرے۔“
”اماں میں آپ سے دور نہیں رہ سکتا۔“

”بیٹا میں تمہیں دور کہاں بھیج رہی ہوں، گھر کی
بالائی منزل پر تو جانے کا کہہ رہی ہوں اور بالائی
منزل کوئی سات سمندر پار تھوڑی ہے بس ایک
بیزرعی کا تو فاصلہ ہے۔“

بچہ جتنا بھی بڑا ہو جائے اسے ماں کی گود میں وہی سکون ملتا ہے جو ایک نو مولود کو ملتا ہے۔

بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے؟

اماں جی جس طرح مسافر چلتے چلتے تھک جاتا ہے تو سایہ دار شجر کے نیچے کچھ دیر سستانے بیٹھ جاتا ہے تا اور یہ زرا دیر کا آرام اس میں نئی قوت بیدار کر دیتا ہے اسی طرح میں بھی تھک گیا تھا اس لیے آپ کی گود میں سر رکھ کر سو گیا۔ اماں جی ساری تھکن اتر گئی دل کو سکون مل گیا۔

”میں صدقے بیٹا کیا بات ہے؟ کیا پریشانی ہے مجھے بتا بیٹا۔“

اماں جی ردا کا میں ایک مطالبہ ماننا ہوں تو وہ دوسرا مطالبہ میرے سامنے رکھ دیتی ہے۔ اب وہ چاہتی ہے کہ میں حبا کا داخلہ کوا بکیشن اسکول میں کرواؤں۔ اماں اس عورت نے میری زندگی اجیرن کر دی ہے سچ کہتے ہیں لوگ ”عورت ہی گھر کو جنت بناتی ہے اور جہنم بھی۔“

”بیٹا ایسا نہیں کہتے، اگر ایک عورت میں خامیاں ہوتی ہیں تو اس میں کوئی نہ کوئی خوبی ایسی ضرور ہوتی ہے جو ان خامیوں کا ازالہ کر دیتی ہے۔ بس مرد کی نگاہ عورت کی خامیوں پر رہی جاتی ہے، اس لیے وہ اس کی خوبی کو پہچان ہی نہیں پاتا۔“

”بیٹا بیٹھانے دوا سے کوا بکیشن اسکول میں حبا کو اور تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ردا کو سیدھا راستہ دکھائے اور حبا کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے۔“

یہ کہتے ہوئے اماں جی نے لہنا چہرہ دوسری طرف کر لیا کہ کہیں ان کا بیٹا انکی آنکھوں میں آئی نمی دیکھ نہ لے۔

”ٹھیک ہے اماں جی آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔“ یہ کہہ کر عاشر ردا کو لینے چلا گیا۔

بڑی محنت اور پیار سے جس گھر کو اماں جی نے بیٹھا تھا جس کی بنیاد کو کبھی کوئی غیر ہلانہ نہ سکا تھا آج اپنے نے اسکی بنیاد میں دوا ردا ڈال دی تھی۔ اماں جی نے دل پر پتھر رکھ کر عاشر کو اپنی نئی دنیا آباد کرنے کا کہہ تو دیا تھا لیکن انہیں اپنی دنیا کے ٹٹ جمانے پر کسی صورت صبر نہیں آ رہا تھا، وہ پوری رات منہ پہ چادر ڈال کر روتی رہیں۔

خوشی ہو یا غم وقت گزر رہی جاتا ہے اماں جی کو بھی وقت کے ساتھ ساتھ صبر آ ہی گیا۔

ردا اپنی دنیا میں خوش تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ نے پہلے سال ہی رحمت سے نوازا تھا، حبا بالکل اپنی ماں کا پر تو تھی گڑیا جیسے نین نقوش گلانی رنگت مانو جیسے کوئی کو قاف کی نشی پری ہو۔

سیف اور دعا بھی اب پرائمری اسکول سے سیکنڈری اسکول میں آ گئے تھے۔

عاشر کام پر جانے سے پہلے اور کام سے آنے کے بعد اماں جی کے پاس آتا تھا شام کو حسب معمول عاشر اماں جی کے پاس آیا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

اماں جی کو سلام کیا اور ان کی گود میں سر رکھ کر سو گیا۔

”تم نے اسے بگاڑا ہے اب تم خود ہی اس کو سدھارو، میں تمہیں زندگی بھر سمجھاؤں گا تو تمہاری بیٹی کو کیا سمجھاؤں گا۔“

”عاشر یہ آپ کی بھی بیٹی ہے۔“

”میری بیٹی؟! آج تمہیں یاد آیا کہ یہ میری بیٹی بھی ہے، تم نے کبھی اسکی زندگی کا کوئی فیصلہ مجھے کرنے دیا ابھر بار تم نے اپنی من مانی کی اور آج جب معاملہ تمہارے ہاتھوں سے نکل رہا ہے تو تمہیں یاد آ رہا ہے کہ جیسا میری بیٹی بھی ہے۔“

عاشر بھی جہاں کے بدلے ہوئے رنگ و ہنگ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا اور خدا سے اس کے دم و فضل کی درخواست کر رہا تھا۔

ردا جہاں کے کمرے میں آئی تو پورے کمرے کا نقشہ بدلا ہوا تھا۔ غصے میں جہاں نے ساری چیزوں کو فرش پر پھینک دیا تھا سائید ٹیبل پر رکھی عاشر اور ردا کی تصویر نیچے جہاں کے پیروں کے پاس ٹوٹی ہوئی پڑی تھی، کمرے کی اس قدر بری حالت دیکھ کر ردا کا سر چکر اُڑ گیا۔

”جہاں اس قدر کیوں چیخ رہی ہو اور یہ کمرے کی کیا حالت کی ہوئی ہے کیا تم کوئی بزنس مین ہو کہ موبائل کے بنا تمہارے کام رک جائیں گے۔“ جہاں میں دیکھ رہی ہوں، آج کل تم حد سے تجاوز کرتی جا رہی ہو اب بھی وقت ہے سدھر جاؤ ورنہ مجھے کوئی انتہائی قدم اٹھانا پڑے گا۔“

”ماما میں آپ کے بے تکے سوالوں کے جواب نہیں دینا چاہتی، بس مجھے موبائل چاہیے اور وہ بھی

وقت ہاتھوں سے ریت کی طرح پھلتا رہا۔ دعا کی منگنی ہوگئی۔ سیف نے تعلیم کے ساتھ ساتھ جاب کرنی شروع کر دی۔ اماں جی کی طبیعت کبھی نرم کبھی گرم رہتی تھیں، اس لیے وہ اب گھر سے بہت کم باہر نکلتی تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مضبوط رشتہ استوار کر لیا تھا، دن رات اس کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ جہاں اب آٹھویں جماعت میں پڑھتی تھی وہ اپنا اولیول مکمل کر رہی تھی۔ اردو سے زیادہ انگلش پڑھنا پسند کرتی تھی۔ ادب و آداب سے محروم تھی، کچھ ماں کی دی ہوئی آزادی کا اثر تھا اور کچھ تعلیمی ادارے کے ماحول کا۔

عید کا دن تھا صبح سویرے سب اماں جی سے ملنے کے لیے آ رہے تھے۔ جہاں بال کھولے، بغیر دوپٹے کے ادھر ادھر تھیم رہی تھی۔ اماں جی نے اسے ٹوکا ”جہاں اپنا حلیہ درست کرو اور سر پر دوپٹہ لٹو۔“ اماں جی کو تو اس نے کچھ بھی نہیں کہا لیکن پیر پختی ہوئی اور پر چلی گئی۔ اس دن سے اماں جی نے جہاں کو نصیحت کرنی چھوڑ دی اور ویسے بھی بے لگام گھوڑے میں لگاؤ ڈالنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

اسکول سے آتے ہی جہاں نے گھر میں پڑا اٹھا لیا کیونکہ اسکا پرانا موبائل خراب ہو گیا تھا اور اسے نیا موبائل چاہئے تھا۔

ردا بھی اس کے گلڑتے ہوئے تیور سے پریشان ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دن بہ دن خود سر ہوتی جا رہی تھی اور ردا عاشر سے جب اسکے رویے کی شکایت کرتی تو عاشر اسے دونوں جواب دے دیتا

ماہنامہ حیات

آج شام تک درنہ میں ماموں کو فون کرتی ہوں وہ مجھے رلا دیں گے۔
یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

ردا کو اب پانی سر سے گزرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ جہانیت آزاد خیال ہوتی جا رہی تھی، ایک بار غلطی سے وہ اپنے موبائل پر پاسورڈ لگانا بھول گئی تو ردانے اس کا موبائل چیک کیا شرم کے مارے ردا کی نگاہیں جھک گئیں اور وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

رات کو عاشق کام سے گھر واپس آیا تو اسے ردا کا رویہ کچھ بدلا بدلا سا لگا۔ ندامت اور پشیمانی اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔
ردا کو لفظ نہیں مل رہے تھے وہ ذرا وقت گزارنے لگی۔

”عاشق! مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا، میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی دنیا و آخرت خراب کی، میں اماں جی اور بھابھی سے بھی معافی مانگوں گی میں نے ان کی بھی دل آزاری کی ہے۔“

وہ بولتے ہوئے بھی مسلسل روتے جا رہی تھی عاشق سے اس کا رویہ بدلا دیکھا جا رہا تھا۔
”ردا، رونا بند کرو اور مجھے بتاؤ کیا ہوا۔“

”عاشق آپ صحیح کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس کام کے کرنے سے منع کیا ہے تو اسکی بھلائی کے لئے ہی منع کیا ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ ایجوکیشن اسکولز سے تعلیم حاصل کر کے بچیاں با اعتماد بنتی ہیں ان کا مستقبل تانناک بنتا ہے لیکن جو میں نے آج

دیکھا اس سے مجھے لگتا ہے ان اسکولز میں بیٹھا کر تو بچیوں کا کوئی مستقبل ہی نہیں رہتا وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں دین سے دور ہو جاتی ہیں۔

”عاشق مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے مجھے جہا کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے، سارا دن وہ موبائل پر لگی ہوئی ہوتی ہے اس منہ زور طوفان کو روکنا ہوگا ورنہ وہ سب کچھ بہا لے جائے گا۔ یہ کہہ کر ردا پھر سے رونے لگی۔

تم پریشان مت ہو میں اماں جی سے بات کرتا ہوں، وہ ضرور کوئی نیکوئی حل نکالیں گی۔

”اماں جی مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے اور بھابھی کے ساتھ بہت غلط کیا، میں نے آپ کے اچھے پن کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔“ ردا ہاتھ جوڑ کر اماں جی اور بھابھی سے معافی مانگنے لگی۔

بہو جو ہوا سے بھول جاتا اور جو بیت گیا اس پر اشک بہانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا انسان اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتا ہے۔

یہ کہہ کر اماں جی نے ردا کو گلے سے لگالیا۔
اور بڑی بہو کل سیف کی ہم جہا سے منگنی کر رہے ہیں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔

”اماں جی کیسی باتیں کرتی ہیں آپ! سیف آپ کا بیٹا ہے آپ جو فیصلہ کریں گی، وہ بالکل درست ہوگا اور جہا بھی مجھے اپنی دعا کی طرح عزیز ہے۔ مجھے تو بہت خوشی ہوگی کہ میری بیٹی میرے گھر آجائے گی۔

بھابھی کی باتیں سن کر ردا اور شرمندہ ہو گئی کچھ

لوگوں کا غلط اتنا بڑا ہوتا ہے کہ وہ سانسے والے کا ہر سانس میں کرمحاف کر دیتے ہیں اور وہی لوگ دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔

ردانے جہاں اس کی منگنی کی خبر دی، تو اس نے گھر میں کہرام مچا دیا۔
 ”یہ ممکن ہی نہیں ماما کہ میں سیف سے منگنی کروں۔“

”کیوں سیف میں کیا بُرائی ہے؟ مجھے بتاؤ۔“
 ”سیف میری ٹائپ کا نہیں ہے ماما۔“
 ”اپنی بکواس بند کرو جہاں اپنی آواز پہنچی رکھو۔“
 ”اور ابھی تم اتنی بڑی نہیں ہوئی کہ اپنے فیصلے خود کرنے لگو۔“

”ماما یہ میری زندگی ہے اور اسے کس طرح گزارنا ہے یہ میں طے کروں گی آپ لوگ نہیں۔“
 یہ کہہ کر وہ بائبل پر کسی سے بات کرنے لگی۔
 بچے کے پورشن میں منگنی کی تیاریاں زور و شور سے چل رہی تھیں۔

ردانے بڑی مشکل سے جہاں اس منگنی کے لئے تیار کیا تھا۔

جہاں پار میں تیار ہونے لگی ہوئی تھی لیکن جب گاڑی اسے لینے گئی تو جہاں کا وہاں نام و نشان بھی نہیں تھا۔

☆.....☆.....☆

سب نے پورے شہر میں دوڑیں لگا دیں لیکن جہاں کا کوئی اتنا پتا نہیں تھا۔ بھابھی اماں جی اور ردا کو تسلیاں دے رہی تھی

خدا خدا کر کے رات کے گیارہ بجے جہاں کی

ماہنامہ حبیب